مدرسہ ایجوکیشن

مولانا محمد حنیف جالندھری
(ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

حمدللّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ أمابعد: لقد منّ اللّٰہ علی المؤمنین إذبعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویز کیّھم ویعلّمھم الکتٰبَ والحکمۃَ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔

حضرات گرامی:

میں آپ حضرات کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے ملک کے ایک اہم فورم پر مدارسِ دینیہ کے نمائندہ کی حیثیت سے مجھے مدعو کیا اور اپنے مؤقف اور خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ ہم سب بحمداللہ مسلمان ہیں۔ مسجد اور مدرسہ کے الفاظ ہمارے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ اسی طرح اسلام میں حصولِ علم کی جو غیر معمولی اہمیت ہے اس سے بھی آپ حضرات باخبر ہیں۔ طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ، کہ علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، کی حدیث بھی آپ نے سنی ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ الفاظ بھی حدیث شریف میں آتے ہیں: کُن عالما أوْ متعلّما أو محبًا لھما ولاتکن رابعا فتھلك، یعنی عالم بنو، یا سیکھنے والے بنو یا ان سے محبت رکھنے والے بنو۔ ان کے علاوہ کچھ نہ بنو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ عہدِ نبوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کی تعمیر کے ساتھ ایک مدرسہ یعنی ''صفہ'' قائم فرمایا تھا، جس میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وسنت کے علوم حاصل کرتے تھے۔ اس لیے میرا یہ حسنِ ظن ہے اور بجا طور پر ہے کہ کوئی مسلمان مدارس کی اہمیت وضرورت اور مقام کا انکار نہیں کرسکتا۔ ہمارے قومی رہنماؤں میں جن حضرات نے مدارس میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی، اُنھوں نے بھی مدارس کا ذکر بہت وقیع الفاظ میں کیا اور قوم کو ان کی قدر افزائی کی طرف متوجہ کیا۔ ۱۹۴۲ء میں ہمارے قومی شاعر مفکرِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے ان مدارس کے بارے میں فرمایا تھا:

> ''ان مکتبوں (مدرسوں) کو اسی حالت میں رہنے دو۔ غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مکتبوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا اور یہ درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا مُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں۔ اگر ہندوستان (وپاکستان) کے مسلمان ان مکتبوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ (اسپین) میں مسلمانوں کو آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ وقرطبہ کے کھنڈرات اور الحمرا اور باب الاخواتین کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، یہاں بھی تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا''۔

آپ حضرات اہلِ علم ہیں اور مجھے اُمید ہے کہ یہ تاریخی حقیقت بھی آپ کے علم میں ہوگی کہ برصغیر میں ۱۸۵۷ء کی جنگ

آزادی کے خاتمہ کے بعد باقاعدہ تاج برطانیہ نے نظام حکومت سنبھال کر متحدہ ہندوستان کو اپنی نوآبادیات میں شامل کر لیا تھا۔ برطانوی حکومت نے متحدہ ہندوستان کے نظام کو تبدیل کرنے کے لیے جو اقدامات کیے ان میں پرانے نظامِ تعلیم کا خاتمہ بھی تھا۔ اس سے قبل متحدہ ہندوستان کی دفتری زبان فارسی تھی، جب کہ قانون کی زبان عربی تھی۔ یعنی عدالتوں میں فتاویٰ عالمگیری کا قانون رائج تھا جو اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دورِ حکومت میں پانچ سو جید علماء کرام کی اجتماعی کاوشوں کا نتیجہ تھا اور فقہ حنفی کی بنیاد پر ملک کے اجتماعی نظام کے لیے مرتب کیا گیا تھا اور ملک میں بطور قانون نافذ تھا۔ حاصل یہ کہ دفتری زبان فارسی تھی اور قانون کی زبان عربی تھی۔ درسِ نظامی ان دونوں ضرورتوں کو پورا کرتا تھا، اس لیے مغل دور کے مدارس میں یہی نصاب رائج تھا۔ برطانوی حکومت نے دفتری زبان انگریزی قرار دے دی اور عدالتوں میں رائج اسلامی قوانین کو منسوخ کر کے برٹش لاء نافذ کر دیا۔ ان اقدامات سے سابقہ تعلیمی نظام ونصاب کی افادیت ختم ہوگئی اور یہی حکومت برطانیہ کا اصل مقصد تھا۔

چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں علماء کرام ہی پیش پیش تھے اور آئندہ بھی ان ہی سے خطرہ تھا کہ جب بھی موقع ملا وہ انگریزی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس لیے اس طبقہ کو مکمل طور پر کچلنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بہت سے علماء کرام اس معرکۂ حریت میں جامِ شہادت نوش کر گئے، ہزاروں کو بغاوت کے جرم میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بے شمار علماء کو جلاوطن کر کے کالاپانی کے جزیرے میں نظر بند کر دیا گیا۔ ان اقدامات کا منطقی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی اقدار وروایات کی حفاظت کرنے والی علماء کرام کی پوری کھیپ تقریباً ختم ہوگئی اور ایک محتاط اندازے کے مطابق ہندوستان میں مجموعی طور پر تیس ہزار کے لگ بھگ مدارس یک لخت بند ہو گئے۔

اس صورت حال میں باقی ماندہ علماء کرام نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنے ذوق کے مطابق دینی تعلیم کو باقی رکھنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے، جب کہ یوپی کے علاقہ ''شاملی'' میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لینے والے چند علماء کرام نے دیوبند کے قصبہ میں عوامی چندے کی بنیاد پر ایک دینی درسگاہ قائم کی جو آگے چل کر دارالعلوم دیوبند کے نام سے متعارف ہوئی۔

دیوبند کے مدرسہ کی بنیاد خالصتاً عوامی تعاون پر تھی اور اس کے بنیادی اصولوں میں جو آج بھی تحریری صورت میں موجود ہیں، یہ بات مستقل طور پر طے کر دی گئی تھی کہ اس کے لیے مستقل آمدنی کا انتظام نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ عام مسلمانوں کے رضاکارانہ چندوں کے ذریعے اس کا نظام چلایا جائے گا۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک دارالعلوم اور اس سے فکری وعملی طور پر وابستہ اکثر وبیشتر مدارس کا نظام اسی اصول کے مطابق چل رہا ہے۔ حتی کہ بہت سے مواقع پر متعدد حکومتوں نے امداد کی پیشکش کی، مگر ان مدارس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت بھی حکومتِ وقت کی جانب سے بعض شرائط کے ساتھ بھاری امداد کی پیشکش موجود ہے۔ مگر پاکستان کے کسی قابلِ ذکر مدرسے نے حکومتی امداد قبول نہیں کی۔

ان مدارس نے، جن کے خلاف اس وقت تمام سیکولر طاقتیں پوری طاقت سے آواز بلند کر رہی ہیں اور بے دین حکومتیں اُنھیں جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا چاہتی ہیں، غریب عوام سے چندے لے کر جو خدمات انجام دیں، بڑی بڑی حکومتیں اپنے بے پناہ وسائل کے باوجود وہ انجام نہ دے سکیں۔ عوام کو روٹی، کپڑا، مکان، علاج اور تعلیم کی سہولتیں بہم پہنچانا حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ مگر یہ دیکھ کر مسرت آمیز تعجب ہوتا ہے کہ یہ فریضہ دینی مدارس، اپنے وسائل کے مطابق محدود پیمانے پر ہی سہی، انجام دے رہے ہیں۔

ان مدارس کی نمایاں خدمات کا اندازہ آپ حضرات اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ:

☆ ان مدارس نے مساجد میں امامت اور قرآن کریم کی تعلیم کے نظام کو باقی رکھنے کے لیے ائمہ مساجد، خطباء اور حفاظ قرآن تیار کیے۔ چنانچہ آج برصغیر بلکہ جنوبی ایشیا کے مسلم معاشرہ میں جتنی مساجد آباد ہیں اور جتنے مکاتب قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں، وہ انہی مدارس کا فیض ہے۔

☆ ان مدارس نے قرآن کریم، حدیث نبویؐ، فقہ اسلامی، عربی فارسی زبانوں اور دیگر متعلقہ علوم کی حفاظت و تدریس کا اہتمام کیا اور درسِ نظامی کے اس نظام و نصاب کو آج تک باقی رکھا، جسے برطانوی حکومت اپنے خیال میں جڑ سے اُکھاڑ کر سمندر میں پھینک چکی تھی۔

☆ ان مدارس نے مسلمانوں کے عقیدہ و فکر کی حفاظت کی اور توحید و سنت کے سرچشمہ کے ساتھ اُنہیں وابستہ رکھنے کے علاوہ اس خطہ میں مسیحیت کے فروغ کی روک تھام کی اور انکارِ سنت، انکارِ معجزات، عقل پرستی، شرک و بدعات، انکارِ ختم نبوت اور دیگر اعتقادی و عملی فتنوں کا مقابلہ کیا۔

☆ مسلمانوں میں حریت اور آزادی کے جذبہ کو باقی رکھا اور خودمختاری کے جذبات کی آبیاری کرتے ہوئے تحریک آزادی کو سینکڑوں قائدین اور ہزاروں کارکنوں کی کھیپ ہر دور میں مہیا کی۔

☆ عام مسلمانوں میں دعوت و اصلاح کے عمل کو جاری رکھا۔ آج یہ عمل ''تبلیغی جماعت'' کی صورت میں پوری دنیا کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ دینی مدارس کے فضلاء کا اس میں بہت بڑا کردار ہے۔

☆ تحریر و تقریر کے میدان میں بڑے بڑے مصنفین، محققین، دانشور اور خطباء پیدا کیے اور اس طرح تحقیقی و عملی میدان میں جدوجہد کے تسلسل کو قائم رکھا۔

دینی مدارس کو ان خدمات کی وجہ سے مغربی استعمار اپنی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے۔ ان دینی مدارس کو ختم کرنے یا سرکاری کنٹرول میں لاکر بے اثر بنانے کے منصوبے وقتاً فوقتاً بنتے رہتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دینی مدارس کی یہ خدمات، کارکردگی اور جدوجہد کا تسلسل صرف اُسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے جب کہ وہ سرکاری مداخلت سے پاک ہوں، مالی طور پر خودمختار ہوں اور نصاب و نظام کے معاملات خود ان کے اپنے کنٹرول میں ہوں۔ بصورتِ دیگر مغربی استعمار کے زیر اثر حکومتوں کو مدارس میں مداخلت کا موقع دینے سے یہ سارا نظام مجروح اور تہہ و بالا ہو جائے گا۔

یہ مدارس اپنے کردار اور خدمات کے پسِ منظر میں، جنوبی ایشیا میں مغربی استعمار کے توسیع پسندانہ عزائم اور مغربی ثقافت و تہذیب کو مسلط کرنے کے منصوبے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ اسی رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعے ان مدارس کی کردارکشی اور ان کیخلاف مکروہ پروپیگنڈہ کی مہم جاری ہے۔ لیکن ان تمام مخالفتوں اور رکاوٹوں کے باوجود یہ دینی مدارس محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور غریب عوام کے مخلصانہ تعاون کے ساتھ اپنے مقدس مشن کے لیے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اور آئندہ بھی مخالفت کا کوئی حربہ انھیں ان کے مشن اور آزادانہ کردار سے محروم نہیں کر سکے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین